ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر محمد امتیاز

ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر نشین شعبۂ اُردو گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر:۱، ایبٹ آباد۔

ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور۔

سعید الرحمان

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

اُردو کے مختلف رسم الخط اور ٹائپ کمپوزنگ

Dr. Muhammad Imtiaz
Associate Professor, Head of Department Urdu, Govt, Post Graduate College No.1 Abbottabad.
Dr. Muhammad Nasir Afridi
Assistant Professor, Department of Urdu. Sarhad University of Science and Information Technology Peshawar.
Saeed ur Rahman
PHD Scholar, Department of Urdu, Sarhad University of Science and Information Technology Peshawar.

Different fonts of Urdu and Typing Composition

Urdu language faces various challenges in typesetting and composition in different scripts.classic literature in urdu is known for its richness, freshness, and diversity,making it a sought-after sujbject for modern typesetting and technological advancements.In this context,Calcata and Lahore hold a significant place in history for their contribution to urdu typography.The establishment of printing houses marked the begening of standardized a typeography with naskh script playing a pivotal role in the early typesetting.while calligraphy and the art of writing flourished,spelling and punctuation remained unaddressed issues.however, over time a new script (nastalleq) emerged from Naskh and Taleeque scripts known for its calligraphic beauty, compectness and space afficiency.Verious forms of this scripts are still in use.Additionally, the influence of the Arabic

language introduced Koofi scipt into Urdu typography which is still utilized for Arabic publications in typesetting.Talique scripts holds importance in letter writing and official correspondence. Nastallique typesiting reduced some of the composition challenges. Neverthless, issues persist in terms of uniformity and the highs and lows in the script.Some still critise homophones and that has long standing history.stressed and unstressed syllables are so complicated in language but it is essential for the right pronouncation.Although Nastaleeque are still challenges in this regard.Modern technology remain quite helpful in this regard.This shall bring developments that promise even more beauty, atteractiveness and ease in the future.

Keywords: *Urdu Fonts, Composing, Urdu Language, Scripts.*

اُردو میں لکھاوٹ کی ابتدا قدرتی طور پر ترقی یافتہ زُبانوں کی طرح ہاتھ ہی سے ہوئی۔ وقت کے جدید تقاضوں اور گوناگوں ضروریات کے پیشِ نظر مشین ایجاد کی گئی تاکہ ٹائپ اور چھپائی کے ذریعے سے کام میں تیز رفتاری کے ساتھ ساتھ وقت بچایا جاسکے۔ چناں چہ پندرھویں صدی عیسوی میں یورپ اور سولھویں صدی عیسوی میں برِ صغیر پاک وہند میں پرتگیزوں کے ہاتھوں میں فن طباعت کا آغاز ہوا۔ اُردو ٹائپ اور کمپوزنگ کی ابتدا کا سہرا بھی یورپ کے سر ہی جاتا ہے۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کی ابتدا میں یہ کام یورپ میں شروع ہوا۔ بعد ازاں فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے اُردو ٹائپ کے متعدد کتب طباعت آشنا ہوئیں۔ اُسی دور میں میر تقی میر کا دیوان بھی اُردو ٹائپ میں برِ صغیر پاک وہند میں پہلی بار منظرعام پر آیا۔ چناں چہ برِ صغیر میں اُس وقت سے تاحال اُردو ٹائپ اور کمپوزنگ کے لیے مختلف رسم الخط اور نمونے وقت کے ساتھ ساتھ ارتقاء پزیر ہوتے رہے۔ اس ضمن میں کلکتہ اور لاہور میں دو بڑے مراکز قائم ہوئے۔ جہاں ٹائپ اور کمپوزنگ کے ضمن میں کوششیں کی گئیں۔ لاہور نے ٹائپ اور کمپوزنگ میں برِ صغیر پاک وہند میں اب تک اوّلیت کا تاج اپنے سر پر سجار کھا ہے۔

ابتدا میں ٹائپ اور کمپوزنگ کے حوالے سے خطِ نسخ نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس کے مصوری حسن کے طفیل لوگوں نے اس میں خاطر خواہ دلچسپی لی۔ جس کی بدولت کتابت اور فنِ خطاطی نے تو خوب ترقّی کی لیکن ٹائپ اور کمپوزنگ خاطر خواہ ترقی نہ کرسکے۔ اس کے مقابلے میں نستعلیق کے بارے میں علی حیدر ملک لکھتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

> ”موجودہ زمانے میں نستعلیق کی قبولیت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نسخ کے مقابلے میں کاغذ پر جگہ کم گھیرتا ہے لیکن اس کے باوجود نستعلیق خط کی کچھ ایسی مشکلات بھی ہیں۔ جن کے باعث گزشتہ دو سو سال کی مسلسل کوششوں کے باوجود ٹائپ اور ٹائپ کاری کا مسئلہ تشفی بخش طور پر حل نہیں ہو سکا۔“ (۱)

اُردو زبان کو ہر اعتبار سے مکمل اور جدید طریق ہائے طباعت سے آراستہ کرنے کے لیے سائنسی ایجادات اور سہولیات سے انگریزی زبان کے مقابلے میں کم توجہ دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو رسم الخط اور ٹائپ اور کمپوزنگ میں اب تک ایسی مشکلات پائی جاتی ہیں، جو جدید طریقوں کی راہ میں بذاتِ خود بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے اُردو دان طبقے نے کبھی کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ اس سے بڑھ کر مقامِ حیرت یہ بھی ہے کہ ماسوائے چند مقالات اور ایک آدھ کتاب کے اس موضوع پر مواد بھی دستیاب نہیں ہے، جو اس مسئلے کے حل میں ٹائپ کمپوزنگ میں بہتری لانے میں ہماری معلومات کے عملی تجزیے اور سائنسی و تکنیکی بنیادوں پر مسائل کے حل کی ضرورت ہے، تاکہ آنے والے وقت میں اُردو میں ٹائپ کمپوزنگ کے حوالے سے مسائل کو کم کیا جا سکے۔ اِن مسائل کے حل سے متعلق مباحث کے تفصیلی جائزے اور حتمی نتائج مرتب کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ کیوں کہ اُردو ٹائپ سے کمپوزر حضرات بھی انگریزی کے مقابلے میں نالاں دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید سائنسی ایجادات کے ساتھ ساتھ اُردو ٹائپ کمپوزنگ کے مسائل میں روز افزوں اضافے ہو رہے ہیں۔

اُردو ٹائپ کمپوزنگ کے مسائل کی ابتدا اس کے رسم الخط میں عہد بہ عہد اصلاح سے ہوئی ہے۔ ابتدا میں رسم الخط کا تعلق خطِ کوفی سے رہا ہے اور اس میں اُس وقت کے جدید اور قدیم عربی کے قریباً سبھی خطوں کی آمیزش تھی۔ اس خط کے بارے میں شیخ ممتاز حسین جون پوری لکھتے ہیں:

> ”خطِ کوفی حجاز اور کوفہ میں لکھا جاتا تھا۔ چنانچہ بعد ازاں کوفہ سے یہ خط جزیرۃ العرب میں پھیلا۔“ (۲)

اس خط میں خطِ نبطی، خطِ سطر نجیلی، خطِ اجمیری اور خطِ حیرہ کی آمیزش نے جدت پیدا کی ابتدا میں اُردو میں اس خط کے اثرات کے خالصتاً عربی رسم الخط اور بناوٹ کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ خطاطی کا فن اُس دور میں عروج پر نظر آتا ہے، لیکن اُسی خط کے زیر اثر ٹائپ کے مسائل میں ابتدائی طور پر مشکلات پیدا ہوئیں۔ طلوعِ اسلام کے وقت

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

جزیرت العرب میں خط کوفی ہی رواج پذیر تھا۔ اور شاہوں کے درباروں اور پڑھے لکھے طبقے میں اس خط کا شہرہ تھا۔ محمد سجاد مرزا اس خط کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابتدا میں خطِ کوفی میں نقطوں اور اعراب کا چلن نہیں تھا۔ بعد میں ۵۰ ہجری میں ابوالاسود نے نقطے ایجاد کیے، جو بطورِ اعراب استعمال ہوتے تھے۔" (۳)

رفتہ رفتہ یہ خط خطاطی کے فن اور آرایشی مقاصد کے لیے استعمال میں لایا جانے لگا۔

اسلام کی آمد کے بعد ابتدائی دور میں عربی رسم الخط میں دو نمایاں خطوط برتے جاتے تھے۔ جنھوں نے اُردو کو متاثر کیا۔ خطِ کوفی کے بعد خطِ نسخ اس حوالے سے اہمیت رکھتا ہے۔ دونوں خطوط میں اچھی خاصی مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان کی ابتدا میں خطِ کوفی کے زیرِ اثر خطِ نسخ نے بہت زیادہ ترقی پائی۔ یہ بھی بنیادی طور پر عربی رسم الخط ہے۔ اس خط کی بڑی وجہ تسمیہ دوسرے تمام خطوں کو منسوخ کرنے کی بدولت نسخ بتائی جاتی ہے ۔کیوں کے یہ رسم الخط روان پذیر ہوا تو باقی سارے خطوط متروک قرار دے دیے گئے اور ایک طویل عرصے تک یہی رسم الخط رواج پذیر رہا۔ چناں چہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے خطِ نسخ کی اس وجہ تسمیہ سے اختلاف کیا ہے۔

"نسخ کے معانی لکھاوٹ کے خط کے ہیں۔ یعنی عمومی طور پر رواج پذیر ہونے والا خط ہے۔"(۴)

خطِ نسخ کے اندر چوں کہ گولائیاں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ خط زیادہ روانی کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ یہ بات بھی اس کی شہرت کا بیّن ثبوت ہے۔ اس کے حروف کا افقی پھیلائو بھی اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ روانی کے ساتھ سادگی اور حسن کی وجہ سے بھی یہ رسم الخط مستقل حیثیت کا حامل رہا ہے۔ اس ضمن میں م۔ ی۔ قیصرانی یوں رقم طراز ہیں:

"خط نسخ اپنی سادگی اور پڑھنے میں سہولت کے باعث علم و دانش کے پھیلائو میں مددگار ثابت ہوا" (۵)

اس خط کے عربی سے قطع نظر فارسی، اُردو، سندھی اور پشتو میں بھی خاطر خواہ شہرت پائی ہے۔

اسی طرح ایرانی خطِ تعلیق بھی عام ضروریات کے تحت وضع کیا گیا اور عوامی سطح پر س کی پزیرائی ہوئی۔ خط کتابت اور سلسلۂ مراسلت میں تعلیق نے خوب پزیرائی پائی۔ یہی وجہ ہے کہ تعلق کو خطِ ترسّل بھی کہا گیا۔ افادی اعتبار سے رسل و رسائل کی بابت یہ نام خطِ تعلیق کی قبولیت کی علامت بنا۔ اس خط میں حروف دائیں سے بائیں جانب

نیچے کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے۔ جو لکھاوٹ میں دقت کا باعث نہیں بنتا تھا۔ اس کی لکھاوٹ میں انگلیوں کو طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔ جس کی دولت اس خط نے اچھی خاصی شہرت پائی۔ اس خط کے بارے میں رشید حسین خاں لکھتے ہیں:

> "خطِ تعلیق اصل میں دفتری کام کے لیے تھا اس کے کششوں میں کسی قدر ترچھا پن اور دائروں میں گرائو نمایاں ہوتا ہے اور ایک سرے دوسروں سے مل سکتے ہیں یعنی کئی ایک دوسرے سے پیوستہ لکھے جاسکتے ہیں۔ یہ زود نویسی کے کام آسکتا ہے۔ یہ ایرانی دفتروں میں مقبول ہوا، خاص طور پر فرامین کے لیے۔" (۶)

خواجہ ابو العالیٰ کے بارے میں مشہور ہے کہ انھوں نے اس خط میں انتہائی دِل چسپی دکھائی اور فارسی کی مخصوص آوازوں کے لیے حروف ایجاد کر کے اس خط میں شامل کیے۔ بعد ازاں لسانی اور جمالیاتی ذوق سے ٹکرائو اور تفریق کی بدولت یہ رسم الخط بھی متروک ہو گیا۔

اِن خطوط کے بعد جس خط نے اُردو میں لکھاوٹ اور ٹائپ کمپوزنگ میں مستقل حیثیت حاصل کی وہ خطِ نستعلیق ہے۔ خطِ نسخ کو تعلیق کے استعمال اور شہرت کے دوران میں متروک نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم تعلیق اور نسخ اپنے ادوار میں ترقی پانے کے ساتھ ساتھ ایک ہی دور میں طویل عرصے تک ارتقائی منازل طے کرتے رہے۔ عربی اور فارسی دونوں کا ایک ہی رسم الخط تھا۔ اس لیے بعض اوقات دونوں خطوط میں التباس بھی پیدا ہوتا رہا۔ لہٰذا عربی اور فارسی اِن دو رسم ہائے خط کے انعمام سے ایک نیا خط نستعلیق وجود میں آیا۔ بعد ازاں اسی خط سے ایک اور خطِ شکستہ بھی ایجاد ہوا اور عام لکھاوٹ اور دفتری زبان میں اس کا خاصا چلن رہا۔ لیکن ٹائپ کمپوزنگ کے لیے یہ خط قبول عام نہ پا سکتا۔ دستی تحریر کے لیے گزشتہ دو تین صدیوں میں اس خط کا اثر و رسوخ دکھائی دیتا ہے۔ یہ خط بھی اب مکمل طور پر متروک ہو چکا ہے۔ اب جو اُردو میں راج پذیر خط ہے۔ جسے عمومی طور پر ٹائپ کمپوزنگ کی ترقی یافتہ صورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے وہ نوری نستعلیق ہے، جو لکھاوٹ میں عمدگی لفظی بناوٹ اور کم جگہ گھیرنے کے اعتبار سے دِل پذیر قرار دیا گیا۔

جدید دور میں نسخ اور نستعلیق کے ضمن میں ٹائپ اور کمپوزنگ میں بعض دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ٹائپ مشین چوں کہ غیر ملکیوں کی ایجاد ہے اور وہ حروف کی ساخت کے ساتھ بدلتی ہوئی اشکال اور اعراب بندی کے حوالے سے جانب دارانہ رویہّ بھی رکھتے ہیں گویا جس وقت ایسی مشین از خود ایجاد نہیں کی

جائے گی، رسم الخط اور املا کے مسائل بھی ٹائپ کمپوزنگ میں ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہوتے رہیں گے۔ یہ سب سے بڑا مسئلہ ٹائپ مشین کے لیے اِن مسائل سے حاصل شدہ معیاری کلیدی تختہ ہے، جو مختلف اختلافات کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا ایسی مشین ایجاد کرنے کی ضرورت ہے جو معیاری کلیدی تختے کی حامل ہو، جس کے زیرِ اثر رسم الخط اور ٹائپ کمپوزنگ کے مسائل کو کم از کم کیا جا سکے۔

درج بالا مباحث اور امور کی پیشِ نظر رسم الخط اور ژائپ کمپوزنگ کے مسائل نے ہر دور میں مختلف حوالوں سے جنم لیا ہے اور ہر دور میں اُن کی اصلاح کی تجاویز کی اہمیت رہی ہے، لیکن صورت واقعہ یہ ہے کہ اس امر کی طرف کسی حد تک توجہ دی گئی۔ چناں چہ آج ہمارے پاس اُردو میں ٹائپ کمپوزنگ کے ضمن میں درج بالا حوالوں اور مسائل کے زیرِ اثر جو کچھ کمی نظر آتی ہے۔ اس کا سہرا اُس اُردو دان طبقے کے سر جاتا ہے۔ جنھوں نے شبانہ روز محنتِ شاقہ سے اِن مسائل کے حل کے لیے خود کو وقف کیا اور ہماری زبان میں رسم الخط اور ٹائپ کے مسائل کو کم سے کم سطح پر لانے کی کوشش کی۔ اُردو میں ٹائپ کی مقبولیت کے بارے میں شیخ عبد القادر لکھتے ہیں:

"اُردو میں ٹائپ پورا مقبول، تو جب ہو گا کہ نستعلیق ٹائپ عام طور پر میسر ہو۔" (۷)

اس حوالے سے ترقی بھی تب ہو گی کہ جب ہمارے اخبارات اور رسائل کے ساتھ چھاپہ خانوں کی ضرورت پوری ہو گی۔ یورپ کی تاریخ گواہ ہے کہ وہاں کوئی بھی جریدہ بروقت نکلا کرتا تھا اور آج کے ترقی یافتہ دور میں تو الیکٹرانک میڈیا نے خوب ترقی کی ہے اور یورپ پوری دنیا پر اس حوالے سے راج کر رہا ہے۔ ہمارے ہاں شاید ہی کسی رسالے کے چند شمارے بروقت منظرِ عام پر آتے ہیں، زیادہ تر حالات میں تو تاخیر یں ہی ہمارے مقدر کا دائم حصہ بنی ہوئی ہیں۔ ایسے حالات میں ٹائپ اور کمپوزنگ کو عوامی سطح پر لانے اور قبول عام دلوانے میں ابھی بھی وقت درکار ہے۔ اس حوالے سے ابھی تک کوئی قابل قدر کوشش نہیں کی جارہی ہے، جو اِن مسائل کا حل پیش کر سکے۔ جب تک رسالوں اور کتابوں کی اشاعت میں کمپوزنگ کے مسائل کو کم نہیں کیا جائے گا۔ اُردو رسم الخط اور ٹائپ کے اصول اور کلیدی حرفی تختے اِس راہ میں مسلسل رکاوٹ بنے رہیں گے۔

اُردو میں ٹائپ کی طباعت کو قبول عام دلوانے میں نستعلیق کی طرزِ کتاب کے مسائل موجود ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر عبد الغفور لکھتے ہیں:

"نستعلیق کے پیچ و خم کی نوعیت ایسی ہے کہ اس کے لیے متعدد جوڑ بند درکار ہیں اس کے علاوہ نستعلیق میں حرف یا لفظ مختلف حصے نسخ کی طرح خطِ مستقیم میں نہیں ہوتے بلکہ ہر دوسرا

جوڑا گلے کے مقابلے میں نیچے کی طرف اترتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ غرض جتنے زیادہ جوڑ بند پر کوئی لفظ مشتمل ہو گا اسی قدر اس کے مختلف حصوں میں نشیب و فراز ہو گا۔ اس خصوصیت کی پیش نظر ایک ہی لفظ کے مختلف حصوں کو نصب کرنے کے لیے چھاپے کے سانچے میں چار پانچ متوازی خطوط یا کرسیوں کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کے اس طریق عمل کی تکمیل پر کئی گنا زیادہ وقت صرف ہو گا۔" (۸)

چناں چہ نستعلیق کے ٹائپ کے ایک ہی طرز پر نہ ہونے اور جوڑ بند کے نشیب و فراز میں غیر یکسانیت بھی اس طرز املا کے ٹائپ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں پیچ و خم کی جمالیاتی صورت کی وجہ سے بھی نستعلیق میں ٹائپ کے مسائل سامنے آتے ہیں، اس سے پیدا شدہ تغیرات، لفظوں کی صورت اشکال میں بھی ردوبدل پیدا کرتے ہیں، لیکن ممکن ہے کہ اِن تغیرات کی اگر کوئی جامد صورت نکل آئے تو خط ٹائپ میں ڈھل کر مسائل میں کمی کا ذریعہ بن جائے۔ جوڑ کے بہت سارے مجموعوں کی بدولت بھی نستعلیق ٹائپ میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ اگر جوڑوں کے اجزائے ترکیبی میں توازن قائم ہو اور اُس کے عین مطابق کلیدی تختے بنائے جائیں اور ٹائپ میں نستعلیق کے داخلی حسن کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے تو اُردو نستعلیق میں ٹائپ کے مسائل پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

فورٹ ولیم کالج میں نستعلیق کے ٹائپ میں ابتدائی طور پر اچھی خاصی مشکلات دیکھنے میں آئیں۔ اُس دور میں جوڑ کی ترکیب کے مسائل ابتدائی صورت میں درپیش تھے، لیکن کلیدی تختے کی کرسیوں کی تعداد متعین تھی۔ یہی طرز فورٹ ولیم کالج کے بعد لاہور اور حیدرآباد دکن میں بھی اپنایا گیا، لہٰذا ان معاملات پر نستعلیق ٹائپ میں کثیر تعداد میں کتب شائع ہوئیں۔

اسی طرح عربی کتابوں کے لیے نسخ کے ٹائپ کے نمونے بھی دائرہ العارف، حیدرآباد، دکن اور رام پور میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ دو بڑے مراکز کے زیرِ اثر نستعلیق ٹائپ میں نسخ کا طرز پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے اُردو رسم الخط کے ٹائپ میں چند مسائل کا ضافہ ہوا۔ تاہم عربی کے زیر اثر اُردو میں ایک نیا طرز اپنانے میں مدد لی۔ اُردو رسم الخط میں ٹائپ کے حوالے سے اصلاح کے بارے میں پروفیسر عبد الغفور لکھتے ہیں:

"ٹائپ کی طباعت کے مسئلے سے رسم الخط کی اصلاح کا گہرا تعلق ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے میں جرات کے ساتھ اقدام کرنا ہو گا اور تعلیمی اور فنی ہر دو امور کی سرکردگی کے لیے تخلیقی

قوتیں مجتمع کرنی پڑیں گی۔ باقاعدہ ٹائپ کی ترتیب دہی کے لیے ضروری ہے کہ ہماری رسم تحریر مشینی عہد کے تقاضوں اور صنعتی کاروبار کی ضرورتوں کے دوش بدوش چل سکے۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل کے لیے جس کثیر تعداد میں درسی کتابوں کی ضرورت درپیش ہے۔ اس کے مدِّنظر یہ اصلاح خاص طور پر اہم ہے۔" (۹)

اُردو ٹائپ کی طباعت کے لیے ترکیب حروف کی نوعیت اور اشکال کی حد متعین کرنا انتہائی ضروری ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے، ایک ہی ترکیبی صورت حروف کی واجبی تعداد کا تعین کیا جائے تاکہ متصل اجزاء کے بجائے منفصل اجزا کا استعمال عمل میں لایا جا سکے۔ یوں اصل لفظ کو ملا کر لکھنے کے بجائے اگر علاحدہ لکھنے کی کتابت اور طباعت پر عمل کیا جائے تو ٹائپ میں بڑی حد تک آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ عربی، فارسی اور اُردو کے مختلف الفاظ کو ٹائپ اور کمپوزنگ میں رسم تحریر کے ضمن میں یک رنگ اور ہم آہنگ قرار دے کر بھی دوہرے معیار سے بچا جا سکتا ہے۔ درج بالا تجاویز پر اساسی مواد کے ذریعے ٹائپ پر مشق رسانی بہم پہنچائی جائے تو نوری نستعلیق ٹائپ میں لکھاوٹ کو دیرپا اور مئوثر بنایا جا سکتا ہے۔ یوں ٹائپ مشین کے معیاری کلیدی بورڈ کے ذریعے سے اُردو ٹائپ کے مسائل سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ہندوستان میں فورٹ ولیم کالج کے بعد اُردو میں ٹائپ کا دوسرا عہد سرسید کے زمانے سے متعلق ہے۔ سرسید کے دور میں نسخ ٹائپ نے بڑی حد تک نستعلیق کی جگہ لے لی تھی۔ لیکن اُردو میں ابھی اس میں بہت کم کتابیں اور رسائل منظر عام پر آتے تھے۔ چناں چہ سرسید کے بارے میں ڈاکٹر طارق عزیز لکھتے ہیں:

"سرسید نے اپنے مشن کی اشاعت کے لیے جتنے بھی رسالے نکالے، وہ سب کے سب نسخ ٹائپ میں شایع ہوتے تھے۔" (۱۰)

یہ امر بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ سرسید نے اُردو ٹائپ کی ترقی میں از خود حصّہ نہیں لیا، بلکہ پہلے سے رائج العمل ٹائپ پر اکتفا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید نے اپنے طور پر ٹائپ کے عمل کو مؤثر بنانے کی کوئی کاوش نہیں کی۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ سرسید احمد خان کی اصلاحی تحریک بنیادی طور پر سماجی سطح کے مقصدی عزائم پر مبنی تھی۔

سرسید کے رسائل کے بعد "الہلال"، "البلاغ"، "ترجمان القرآن" اور "ہمدرد" ایسے رسائل کا ٹائپ بھی دو وجہ طریق کار کے مطابق نسخ ٹائپ میں ہی رہا ہے۔ البتہ شہ سرخیاں زیادہ تر نستعلیق ہی میں لکھی جاتی تھی۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

اسی طرح اُردو ٹائپ میں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، دکن نے بھی فعال کردار ادا کیا۔ یہ ادارہ اپنی ذات میں انجمن کی حیثیت رکھتا تھا۔ اُردو زبان سے گہری دل چسپی اور دردمندی کے باعث اس ادارے نے اُردو ٹائپ کی ترویج میں ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا۔ اس ادارے نے نستعلیق ٹائپ کے لیے ایک باقاعدہ کمیٹی بنائی اور اُس کی تجاویز پر عمل کروانے کی کوشش کی۔ اس کمیٹی کی سفارشات نے نستعلیق ٹائپ کو عمومی سطح پر لانے کی کوششیں کیں۔

ڈاکٹر مولوی عبد الحق کے عہد میں انجمن ترقی اُردو نے بھی اُردو ٹائپ کی تحقیق اور ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر مولوی عبد الحق کی سرکردگی میں اس ادارے نے بھی جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن کے متوازی اُردو ٹائپ کا کام جاری رکھا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مولوی عبد الحق لکھتے ہیں:

> ''انجمن ترقیِ اُردو نستعلیق ٹائپ تیار کرنے کی بھی فکر کر رہی ہے۔ اس میں ایک حد تک کامیابی ہو چکی ہے... اگر یہ ٹائپ خاطر خواہ تیار ہو گیا اور انشاء اللہ ضرور ہو جائے گا، تو میں اسے انجمن کی بہت بڑی کامیابی خیال کروں گا۔''(۱۱)

انجمن کی کوششوں سے پورے ملک میں نستعلیق کے عمدہ اور معیاری ٹائپ کو فروغ ملا اور بعد ازاں اسی ٹائپ میں کتابوں کی طباعت کا کام جاری ہوا۔ یوں یہ امر مبنی بر حقیقت ہے کہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن اور انجمن ترقیِ اُردو تین ایسے بڑے ادارے ہیں، جنھوں نے اُردو کے ٹائپ (نسخ و نستعلیق) کے فروغ پزیر ہونے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ سر سیّد احمد خان، مولانا ابو الکلام آزاد اور اُس وقت کے دیگر رسالوں نے بھی ٹائپ کی دونوں اقسام سے استفادہ کرتے ہوئے نسخ اور نستعلیق ٹائپ کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر طارق عزیز اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''بعض دوسرے اخبارات اور تنظیموں نے اُردو ٹائپ کی ترویج میں بالواسطہ طور پر لیکن بھرپور کردار ادا کیا۔ اُنھوں نے ٹائپ (نسخ و نستعلیق) کو پڑھنے والوں کے لیے پسندیدہ اور مانوس خط بنانے، عصرِ حاضر میں اُردو کے مشینی تقاضوں کا احساس پیدا کرنیا ور اس پسِ منظر میں ٹائپ کو ناقابلِ قبول بنانے کے لیے جو طویل جدوجہد کی، وہ اُردو ٹائپ کی تاریخ کا ایک یادگار باب ہے۔'' (۱۲)

اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ بعض اداروں کے علاوہ انفرادی کوششیں بھی عمل میں لائی گئیں۔ اس طویل عرصے کے دوران میں کئی دوسرے عربی اور فارسی کے رسم الخط اور ٹائپ بھی منظرِ عام پر آتے رہے۔ بعض

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

صرف متعارف ہونے کی حد تک رہے، لیکن امر واقع یہ ہے کہ صرف نسخ اور نستعلیق ایسے اُردو ٹائپ تھے جو وقت کے ساتھ ساتھ بعض بہتر تبدیلیوں کے ساتھ ٹائپ کے مروجہ خطوط پر استوار رہے۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی نسخ متروک ہو رہا ہے اور نستعلیق کے مروجہ اصولوں کے مطابق کتابت اور طباعت کے لیے دیدہ زیب بنا کر استعمال میں لایا جارہا ہے۔ یوں الیکٹرانک میڈیا کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس اُردو ٹاپ میں نستعلیق ہی ایسا ٹائپ ہے، جو وقت کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ لیکن یہ بات بھی ناقابل تردید ہے کہ اس جدید دور میں بھی نسخ کو بالکل متروک نہیں قرار دیا گیا۔ کیوں کہ ہمارا دینی لٹریچر عربی میں زیادہ تر نسخ سے استفادہ کرتا ہے۔ یوں جدید تقاضوں کے عین مطابق دونوں خطوط کا واستعمال میں لایا جارہا ہے۔ جس میں اولیّت کا تاج نستعلیق کے سر ہے۔ جب کہ نسخ ٹائپ بھی اپنی موجودگی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پروف کے دوران میں الفاظ کو الگ الگ اور درست لفظوں کے ساتھ آج بھی نسخ میں ہی تبدیل کر کے دیکھا جاتا ہے۔

صوتیات سے تعلق رکھنے والے علوم میں اس کی تعریف اور قواعد میں بنیادی چیز آواز ہے، جس کی اہمیت علم صوت میں مسلمہ ہے۔ اُردو رسم الخط اور املا کے ضمن میں حروفِ تہجی میں پایا جانے والا صوتی آہنگ ایک بنیادی مسئلہ رہا ہے۔ یہی مشترک آوازیں املا اور رسم الخط کے اعتبار سے لفظی بناوٹ میں ٹائپ کمپوزنگ میں بھی مسائل پیدا کرتی ہیں۔ کسی بھی زبان کے نظام اصوات کے اُصول اُس کی آوازوں ہی سے متعین ہوتے ہیں۔

اُردو زبان اس کے مقابلے میں اپنی الگ کہانی سناتی ہے۔ یہاں "صوت" کے بجائے "حرف" بنادی اہمیت رکھتا ہے۔ صوتی قواعد ایک آواز کے لیے دو علامتوں کی ہمیشہ نفی کرتے ہیں۔ لیکن حرفی اصول کے مطابق ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان صوت کے مقابلے میں حرفی اصولوں پر زیادہ عمل پیرا ہے۔ ڈاکٹر طارق عزیز اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "اُردو حروف تہجی میں کچھ ایسے حروف بھی شامل ہیں جو نمایاں طور پر کسی منفرد آواز کی نمایندگی نہیں کرتے۔ عربی یا فارسی میں ممکن ہے یہ کسی خفیف سے فرق کو ظاہر کرتے ہوں لیکن اُردو میں یہ حروف اپنے ہم آواز حروف سے صوری اعتبار سے مختلف ہوں تو ہوں، مگر صوتی اعتبار سے اِن میں کوئی فرق نہیں۔" (۱۳)

اُردو زبان اپنی تشکیلی دور سے گزر کر متعدد ارتقائی منازل طے کر چکی ہے۔ لہٰذا اس میں صرف و نحو کے اصول بھی بڑی حد تک متعین ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اس کے رسم الخط نے بہت سے خطوط سے استفادہ کیا ہے اور

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

آج اپنی ترقی یافتہ صورت میں عہدِ حاضر کے نوری نستعلیق کے نام سے مشہور ہے، لیکن حروف اور اصوات کے مسائل آج بھی موجود ہیں۔ اُردو زبان کے معترضین اور ماہرین لسانیات نے ایک جیسی آواز والے حروف کو مردہ لاشیں قرار دے دیا ہے، جن کو اُردو زبان اٹھائے ہوئے پھر رہی ہے چناں چہ ایسی آوازوں درج ذیل حروف آتے ہیں:

ا،ع،ء

ث،س،ص

ت،ط

ح،ر،ھ

ذ،ز،ض،ظ

اُردو زبان کے معترضین نے ہم آواز حروف کے درج بالا پانچ قبائل متعین کیے ہیں، جن میں سے وہ ایک ایک حرف اختیار کرنے اور باقی کو متروک قرار دینے کی سفارش کرتے ہیں۔ تاکہ اُردو حروفِ تہجی میں سے دس حروف کی کمی کی جا سکے۔ اُن کے مطابق ایسا کرنے سے رسم الخط کی صوتی استعداد اور املا پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑتا۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ ایسا کرنے سے اُردو املا تصویری سطح پر لفظی شناخت میں مزید دقّت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مولوی عبد الحق لکھتے ہیں:

> "اگر یہ حروف خارج کر دیے گئے تو بہت سے الفاظ کی اصلیت معلوم نہ ہو سکے گی...... اس وقت بھی ہماری زبان میں صدہا الفاظ ایسے ہیں۔ جو ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں۔ مگر معانی مختلف ہیں۔" (۱۴)

اُردو ماہری لسانیات کی ایک بڑی تعداد مولوی عبد الحق کی درج بالا تجویز کے حق میں ہے۔ چناں چہ آپ کی تائید کرتے ہوئے پروفیسر نعیم الرحمان لکھتے ہیں:

> "مجھے فخر ہے کہ اس بارے میں میرے خیال کو صاحبِ ممدوح سے کامل توارد ہوا۔ عرصہ سے میرا یہ خیال تھا کہ اُردو کے صفحات میں یہ بات چھیڑی جائے۔" (۱۵)

اُردو میں املا کی اصلاح اور رسم الخط کے مسائل کے متعلق ہر دور میں متعدد مضامین مختلف اخبارات اور رسائل کی زینت بنتے رہے ہیں، جن میں صوتی اشتراک کی مخالفت میں ایک پورا گروہ کارفرما رہا اور اسی طرح اس

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

کے حامی گروہ نے ہمیشہ اِن اعتراضات کے جواب دیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضات اور تجاویز دینا توبظاہر آسان ہے، لیکن اِن کے مطابق املا اور رسم الخط میں یک رنگی قائم کرنا انتہائی دشوار ہے۔ اِن الفاظ کے املا اور رسم الخط کی تشکیل میں صدیوں کا تاریخی سفر طے ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب ان تجاویز پر عمل پیرا ہونا اختلافات کے نئے سلسلوں کو وجود میں لا سکتا ہے۔ البتہ یہی معالات اُردو کے ابتدائی دور میں طے کر لیے جاتے تو شاید یہی تجاویز قابلِ عمل ہو سکتی تھی۔

اُردو ٹائپ اور کمپوزنگ میں اعراب بندی بھی مسائل کا بحث بنتی ہے۔ بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں اعراب کی ضرورت اور اہمیت پر بھی زور دیا گیا۔ چناں چہ اس مقصد کے حصول کے لیے بنیادی کلیدی تختے بنائے گئے۔ املا کے ماہرین نے اس اصول پر عمل پیرا ہونے میں اُردو کی یکسانی قائم کی کہ صرف ان لفظوں میں اعراب لگائے جائیں، جہاں عبارت مبہم ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس معاملے میں ماہرین لغت سے رجوع کرنے پر زور دیتے ہیں۔ تاہم ایسا کرنے سے بھی لکھاوٹ میں تشدد، زی، پیش، نون غنہ وغیرہ پر زور دیا جاتا ہے تاکہ قاری کے لیے ابہام کے دروازے بند رہ سکیں۔ اس لیے ٹائپ مشین میں بھی اعراب کی علامات کو دخل دیا گیا۔ اُردو ٹائپ میں اعراب کی کمی کی قباعت کے بارے میں علی حیدر ملک لکھتے ہیں:

> ”اُردو ٹائپ کی چھپائی میں بعض قباحتیں موجود ہیں۔ سب سے بڑی کمی اعراب کی ہے۔ یہ اگر لگائے جائیں تو ہر سطر کے بعد یا جہاں ضرورت ہو، ایک زائد سطر چھوڑنی پڑتی ہے۔ اس طرح بین السطور زائد یا بے قاعدہ ہو جاتا ہے اور صفحے میں مضمون کی سمائی اور بھی کم رہ جاتی ہے۔ ہمیں لغوی مضامین کے لیے خاص طور پر اعراب کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ طریق طباعت، کتاب والی چھپائی سے زیادہ سُست رفتار ثابت ہو رہا ہے۔“ (۱۶)

اسی طرح مشابہ الصوت حروف میں سے ہر ایک حرف ایک الگ آواز دیتا ہے، جو صرف اُسی حرف تک ہی محدود ہے۔ دوسرے حروف کا استعمال یہاں املا میں غلطی کے امکانات بڑھاتا ہے۔ یوں اِن مسائل کے حل کے بجائے نئے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اُردو میں یہ مخصوص آوازیں فارسی اور عربی کے توسط سے باقاعدہ ادا کی جاتی ہیں۔ لہٰذا اہم آواز اور مشترک صورت والے حرف کو اس بحث سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اِن حروف کی ادائی پر توجہ نہ دی جائے تو واقعی یہ دس حروف زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ بظاہر اِن بے کار حروف سے بننے والی صوری اشکال کے بارے میں پروفیسر مسعود حسن رضوی نے لکھا ہے:

''کوئی لفظ ایک ایک حرف کو ٹٹول کر اور ہجے لگا لگا کے نہیں پڑھا جاتا، بل کہ اُس کی معین صورت اُس کے تلفظ کی ایک مستقل علامت بن کر ذہن میں نقش ہو جاتی ہے اور صورت، تلفظ اور معانی میں ایک ایسا ربط پیدا ہو جاتا ہے کہ اِدھر لفظ کی صورت آنکھوں کے سامنے آئی، اُدھر وہ پڑھ بھی لیا گیا اور سمجھ بھی لیا گیا۔ صورت بدل جانے سے لفظ پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور اُس کو سمجھنے میں بھی دیر لگ جاتی ہے۔ یعنی اُس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دماغ پر زیادہ زور دینا پڑتا ہے۔'' (۱۷)

املا، ٹائپ اور کمپوزنگ میں پروف کے اغلاط کے ساتھ یہ معاملہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے الفاظ، جن کا ملا بدل دیا جائے اُن کی صوری حیثیت بھی بدل جاتی ہے اور اُس کے پڑھنے اور معنی اخذ کرنے میں واقع دشواری ہوتی ہے۔ اُردو زبان و ادب میں قریباً سبھی غلط العوام اور بہ سے غلط العام اِسی قبیل سے متعلق ہیں۔ چنانچہ اس جدید دور میں بھی املا اور ٹائپ کمپوزنگ کے مسائل میں کمی نہیں ہونے پائی۔ البتہ ذاتی مشاہدے اور غور و خوض سے اکثر محققین اور لکھاری اس سے گریز کرتے ہیں۔ مشترک آوازوں کا مسئلہ اُردو املا سے متعلق ہے۔ اسی نوعیت سے کمپوزنگ سے بھی املا کی درستی اور صحت کے اعتبار سے اتناہی تعلق بنتا ہے۔ البتہ یہ بحث رسم الخط سے خارج از امکان ہے کیوں کہ املا اور رسم الخط اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کرتے ہیں۔

بیسویں صدی کے نصف آخر تک اُردو ٹائپ کا مسئلہ چند بنیادی مسائل کے حال کے باوجود اب تک دشواریوں سے دوچار ہے۔ چھپائی کے اس مسئلے نے اس لیے الجھنیں پیدا کر رکھی ہیں کہ اکثر لوگ ابھی تک نستعلیق سے جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں۔ نستعلیق ٹائپ پر بنیادی طور پر اٹھارویں صدی عیسوی میں کام ہو چکا تھا۔ بیسویں صدی میں تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہمارے پاس موجود ہونی چاہیے تھی۔ اٹھارویں صدی سے تاحال چھپائی کی اس قسم پر بہت سے نمونے ہمارے سامنے آتے رہے ہیں۔ اِن نمونوں میں درج بالا مسائل کے ساتھ چند اور بھی مسائل ہیں، جو اس ٹائپ کو آسان اور ارزاں کرنے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ نستعلیق کے جوڑ نسخ سے زیادہ ہوتے ہیں۔ یوں جتنا چھوٹا ٹائپ بنایا جاتا ہے، اتنے زیادہ جوڑ بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ جدید دور میں جوڑوں کی کم از کم تعداد اور چھوٹے ٹائپ کی اہمیت پر زور دیا جا رہا ہے۔ تاہم کسی حد تک اس عمل میں ضرور کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ان مسائل کو اور بھی کم از کم سطح پر لانے کی ضرورت ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

یہ ٹائپ زیادہ جوڑوں کی وجہ سے آرائش اور تنوع کے علاوہ زیادہ سود مند ثابت نہیں ہو سکا۔ اس کے مقابلے میں نسخ نے زیادہ رواج پایا، کیوں کہ یہ وقت، قیمت اور جگہ کے اعتبار سے یہ ٹائپ او قعی نستعلیق کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی اِسی سہولت کی وجہ سے یہ ٹائپ مقبولیت کا حامل رہا ہے، چناں چہ پاکستان میں بھی بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں نستعلیق کے مقابلے میں نسخ کو زیادہ فروغ ملا۔ اس دور میں عام قارئین نسخ ٹائپ کے عادی ہوتے چلے گئے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ قاری کی سہولت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نسخ اور نستعلیق میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”جن لوگوں کی نظریں نستعلیق کی عادی ہیں وہ نسخ سے گھبراتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ نستعلیق نسخ کی نسبت زیادہ روشن ہے۔ خصوصاً جب کے آفسٹ سے چھپے اور اور قلم جلی ہو۔ جلی قلم ہر جگہ نہیں چل سکتا چونکہ اُردو خود بھی ہر جگہ نہیں چل رہی اس لیے اب تک صرف لوگ جلی قلم کو پسند کرتے ہیں، حالانکہ ہم تو شکستہ اور 'گھسیٹ' کے بھی عادی ہیں، پھر نسخ جیسے وضعدار رسم الخط میں ہمارے لیے کیا اشکال ہو سکتا ہے۔“ (۱۸)

نستعلیق ٹائپ چوں کہ جلی حروف پر مبنی ہوتا ہے، اس لیے نسخ کی مقبولیت اس کے مقابلے میں زیادہ نہیں ہے۔ عوامی سطح پر نستعلیق رواج پذیر ہوا لیکن اس کے ٹائپ میں مذکورہ بالا مسائل اس کی کتابت اور طباعت میں رخنہ انداز ہوتے ہیں۔ ورنہ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ اس ٹائپ کو آج تک ہر دل عزیز اور پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

اُردو مطبوعات کی اشاعت بیسویں صدی کے ساتویں عشرے تک بہت کم تھی۔ جب کہ اُس وقت کے جدید مشین کے مقابلے میں لیتھو کا طریقہ استعمال کیا جاتا تھا۔ لیتھو کی مشین سے کام قدرے آسانی سے ہوتا تھا۔ لہٰذا نستعلیق ٹائپ کے جھنجھٹ سے لیتھو کو آزاد رکھا گیا۔ لیتھو کی ارزانی اور مانگ کی کمی کے باعث بھی مذکورہ عہد میں نستعلیق ٹائپ کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ ہو سکی۔

چند برس قبل اُردو نستعلیق کو جدید مشینوں میں ڈھال کر یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ جدید تقاضوں کے عین مطابق تیزی سے ترقی کرنے والے خطوط میں اُردو نستعلیق بھی شامل ہے، جو اُردو ٹائپ کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ اس ٹائپ کی ایجاد کے بارے میں ڈاکٹر طارق عزیز لکھتے ہیں:

> ”احمد مرزا جمیل اور مطلوب الحسن سیّد کے ایجاد کردہ اس نظام کو ”نوری نستعلیق“ کا نام دیا گیا ہے اور اس کی بنیاد ”مونو فوٹو“ نظام پر رکھی گئی ہے، نوری نستعلیق میں الفاظ کو لیگچر

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

Ligaures میں تقسیم کیا گیا ہے۔ لیگچر سے مراد مرکب حروف یا حرفوں کے جوڑ کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو بذاتِ خود با معنی یا بے معنی، مکمل یا نامکمل ہوتا ہے لیکن کسی دوسرے لیگچر یا مفرد حروف سے مل کر با معنی اور مکمل لفظ بن جاتا ہے۔" (۱۹)

نوری نستعلیق کی ایجاد کے ذریعے سے الفاظ کو مفرد اور مرکب کی صورت میں دو حرفی سے آٹھ حرف تک مکمل طور پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس سے بننے والے کلیدی تختے کے ذریعے اڑھائی لاکھ الفاظ کو ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اِن ترسیموں کی ایک جامع لغت کی ایک فہرست مرتّب کی گئی ہے۔ جسے "نوری لغات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یوں اس ٹائپ میں مختلف سائنسی اصولوں کے پیشِ نظر الفاظ کی بناوٹ میں ضرورت کے مطابق کمی بیشی آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ اُردو املا میں جدید طریق کار بہت کے مطابق اعراب کے ساتھ الگ الگ جوڑ بنانے کی املا کو درست قرار دیا گیا۔ یوں جوڑ کر الفاظ و مرکبات کو لکھنا خلافِ قانون سمجھا جاتا ہے۔ اس ٹائپ کی ایجاد سے جوڑ کے مسائل عملی سطح پر حل ہو چکے ہیں۔ اس حوالے سے احمد جمیل مرزا لکھتے ہیں:

"نوری نستعلیق کی ایجاد نے جوڑوں کے اس مسئلے کو بھی حل کر دیا جو اُردو نستعلیق رسم الخط کو مشینی بنانے کے راستے میں دو صدی سے بڑی رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اس بات کو میں یوں کہتا ہوں کہ اُردو رسم الخط کو چھپائی کی دنیا میں جوڑوں کے درد سے نجات مل گئی۔" (۲۰)

نوری نستعلیق کے ٹائپ کا کام بیسویں صدی میں ہو چکا تھا۔ اس کا ابتدائی نمونہ تیار ہو چکا تھا۔ آج کے ترقی یافتہ نوری نستعلیق اور ابتدائی نمونوں کے درمیان اچھا خاصا فرق پایا جاتا ہے۔ املا اور ٹائپ میں درستی اور اختلاف کے اس فرق کو بہ آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ یوں حروف کی صحیح نشست و برخاست اور کلیدی تختے میں کرسی کے تعین میں واضح فرق دکھائی دیتا ہے۔ حروف کے درمیان فاصلہ، حرفوں کی دبازت اور خوب صورتی بھی جدید طرز اور ابتدائی نسخے میں ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں مزید بہتری آتی گئی۔ نوری نستعلیق کے لیے تیار کی جانے والی جدید مشین کے بارے میں ڈاکٹر طارق عزیز لکھتے ہیں:

"مشین کی اس کمپوزنگ کی خصوصیات یہ ہے کہ اِن میں حروف کی ساخت اور اسلوب کتابت میں کمال درجے کی یکسانیت ہے۔ ہاتھ سے کتاب کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں ایک تو وقت بہت صرف ہوتا ہے۔ پھر جتنے کاتب اتنے ہی انداز، مشینی کتابت میں اس نقص کا کوئی سوال نہیں، جس کی وجہ سے تحریر میں ایک خوش کن حسن پیدا ہو سکے۔" (۲۱)

یہ ٹائپ آج کے دور کا ترقی یافتہ ٹائپ ہے۔ جسے عمومی طور پر کمپیوٹر میں استعمال کیا جاتا ہے اس ٹائپ کے ذریعے کمپیوٹر سکرین پر پندرہ سطری ورق مکمل اور واضح طور پر سامنے آجاتا ہے، جس کا پروف بھی کمپیوٹر سکرین پر ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس مشین اور ٹائپ کا یہ کمال ہے کہ مفردات اور مرکبات کو ایک ہی سطر میں لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح پروف کے بعد پوری عبارت میں ضرورت کے مطابق تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ اس ٹائپ کی ایک اور بڑی خوبی یہ ہے کہ اسکے پوائنٹ کے ذریعے سے حرفوں کے سائز کو عبارت میں ہی چھوٹا یا بڑا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس ٹائپ کی تیاری پر یہ واضح ہوتا ہے کہ اُردو ٹائپ (نسخ و نستعلیق) کی بہتر وضع کاری، ترقی اور ترویج و اشاعت میں مختلف اداروں اور تنظیموں کے علاوہ انفرادی سطح پر کی جانے والی کوششیں بھی ثمر آور ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں نوری نستعلیق وسیع پیمانے پر استعمال ہو رہا ہے اور اس میں ٹائپ کمپوزنگ اور املا کے حوالے سے مسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

بیسویں صدی کے نصفِ دوم کے بعد نستعلیق ٹائپ کے ساتھ ساتھ جو خط اُردو زبان میں قبولِ عام کا درجہ رکھتا ہے وہ نسخ ٹائپ ہے۔ یہ رسم الخط کلی طور پر نقائص سے بری نہیں ہے۔ البتہ اس میں نستعلیق کے مقابلے میں مسائل اور دشواریاں قدرے کم نظر آتی ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ نسخ ٹائپ نستعلیق کے مقابلے میں کسی قدر کم نقائص کے باوجود عوامی سطح پر دوسرے درجے کا ٹائپ شمار کیا جاتا تھا۔ اس کی اصل وجہ نسخ کے مقابلے میں نستعلیق کی خوبصورتی اور دیدہ زیبی ہے، نسخ ٹائپ کے ایک اہم اور بنیادی مسئلہ اعراب نگاری ہے۔ اس میں اعراب دہی کے لیے کمپوزیٹر کو تین دفعہ کمپوز کرنا پڑتا ہے۔ پہلے، درمیان میں تحریر، پھر بالائی اور بعد ازاں زیریں اعراب کی سطر مسائل کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ ایسے میں یہ عمل انتہائی محنت طلب، سست رفتار اور دقت آزما ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہو دیکھنے میں آیا ہے کہ دورانِ چھپائی میں اعراب نیچے گر جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی کتاب کے کچھ نسخے تحریر اور تلفظ کے تقاضوں کے عین مطابق ہوتے ہیں اور کچھ اس سے مبرّا۔ جس کے باعث کتاب کی صحت ناقابلِ اعتبار ٹھہرتی ہے۔ اس طرح کے اور بہت سے مسائل اُردُو املا کے سدِّراہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جدید ٹائپ کمپوزنگ کے مقابلے میں اُردُو میں ٹائپ کمپوزنگ کی روایت دقتِ نظر اور صبر آزما رہی ہے، جس پر محنت ساقہ ہی سے ہاتھ مضبوط کیا گیا ہے۔ اب میں اس میں بہت سے مسائل درپیش ہیں، جن کی بابت محنت اور مسلسل تگ و دو جاری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ علی حیدر ملک، مرتب: اُردو ٹائپ اور ٹائپ کاری(منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۷

۲۔ شیخ ممتاز حسین جون پوری، خط و خطاطی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص:۳۱۔

۳۔ محمد سجاد مرزا، اُردو رسم الخط، عثمانیہ ٹریننگ کالج، حیدرآباد (دکن) ۱۹۴۰ء، ص:۶

۴۔ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی لاہور، ج:۸، ص:۹۶۳

۵۔ م۔ی۔ قیصرانی، فنِ خطاطی، امروز، لاہور، ۲۲ فروری ۱۹۸۰ء۔

۶۔ رشید حسن خان، اُردو املا، نیشنل اکادمی، دریا گنج، دہلی، ۱۹۷۴ء، ص:۴۸۳

۷۔ شیخ عبدالقادر، اُردو ٹائپ، اور ہماری زبان، ۱۶ ستمبر ۱۹۵۰ء

۸۔ پروفیسر عبدالغفور، نسخ اور نستعلیق، مشمولہ: اُردو، ٹائپ اور ٹائپ کاری (منتخب مقالات) مرتبہ، علی حیدر، ملک، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۹ء، ص:۱۵

۹۔ ایضاً، ص:۱۸

۱۰۔ ڈاکٹر طارق عزیز، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ، قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۷ء، ص:۲۰۳

۱۱۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق، اُردو میں ٹائپ کمپوزنگ کے مسائل، مشمولہ: (منتخب مقالات) محولہ بالا۔

۱۲۔ ڈاکٹر طارق عزیز، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، ص:۲۷۸

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۲۹

۱۴۔ مولوی عبدالحق، رسالہ، اُردو، شمارہ:۶، اکتوبر ۱۹۲۲ء، ص:۴۹۰۔۴۹۱

۱۵۔ پروفیسر محمد نعیم الرحمان، اصلاحِ رسم الخط، مشمولہ رسالہ، اُردو، شمارہ:۷ نومبر ۱۹۲۲ء، ص:۶۹۳

۱۶۔ علی حیدر ملک، اُردو ٹائپ اور ٹائپ کاری (منتخب مقالات) ص:۴۷

۱۷۔ پروفیسر مسعود حسین رضوی، اُردو رسم الخط کی علمی حیثیت، مشمولہ: اُردو میں لسانی تحقیق، مرتبہ، ڈاکٹر عبدالستار دلوی، کوکل اینڈ کمپنی، بمبئی، س ن، ص:۳۹۱

۱۸۔ ”اُردو نامہ“ کراچی، جولائی ۱۹۶۴ء، مشمولہ: اُردو ٹائپ اور ٹائپ کاری، ص:۷۵

۱۹۔ ڈاکٹر طارق عزیز، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، ص:۳۱۹۔۳۲۰

۲۰۔ احمد جمیل مرزا، نستعلیق سے نور نستعلیق تک، روزنامہ مشرق لاہور، ۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء، ص:۱۸

۲۱۔ ڈاکٹر طارق عزیز، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، ص:۳۲۷